سفینۂ بیخبر (تذکرہ شعراء فارسی)
مؤلف: میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی
مُرتب: ڈاکٹر ظفر اقبال (کراچی یونیورسٹی)
ناشر: ادارۂ ترویج علوم اسلامی، کراچی
سنہ اشاعت: اگست ۱۹۹۹ء
مبصّر: فہمیدہ شیخ

گزشتہ نصف صدی اردو داں حلقوں میں میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی (متوفی ۱۱۴۲ھ) اور ان کے فارسی رسالے "غبار خاطر" کو مولانا ابوالکلام آزاد نے غیر معمولی شہرت دی تھی جب ان کے رسالے سے اپنے مجموعۂ مکتوبات "غبار خاطر" کا نام مستعار لیا تھا۔ اور اب بیخبر کے ایک غیر مطبوعہ فارسی تذکرے کے طبع ہونے کی نوبت ڈاکٹر ظفر اقبال کے اعتناء سے آئی ہے۔

یہ تذکرہ عہد جہانگیر سے لے کر عہد محمد شاہی تک کے ایک ہزار انچاس فارسی گو شعراء کا احاطہ کرتا ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے حالات و کلام کا انتخاب قدرے تفصیل سے ملتا ہے اور بعض کا محض چند جملوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود یہ اپنے دور کی ایک جلیل القدر شخصیت کا اہم علمی کارنامہ ہے۔ اس کی اشاعت سے برِصغیر میں فارسی ادب کی تاریخ میں ایک اہم دفتر کا اضافہ ہوا ہے جو یقیناً ایک مفید بات ہے۔

مذکورہ تصنیف کی ابتداء میں مُرتب کا ایک مختصر مُقدمہ ہے۔ جس میں مؤلف کے حالات، مشاغل اور تصانیف کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے مُرتب، میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی پر ایک مبسوط مقالہ اور ان کا ایک رسالہ "ناقل و دلق" مُرتب کر کے شائع کرواچکے ہیں۔

ڈاکٹر ظفر اقبال کے ان کاموں سے فارسی ادب سے ان کے خصوصی شغف کا اندازہ ہوتا ہے۔ میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی کی دستیاب تصانیف میں اب ان کا دیوان ہی غیر مطبوعہ رہ گیا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ ڈاکٹر ظفر اقبال کے توسط سے یہ دیوان بھی اشاعت پذیر ہو گا۔

"لوحِ ایّام"
مصنّف: مختار مسعود

ناشر: العطاء، ۱۷۷۔ا، شادمان ۲ - لاہور
مبصّر: فہمیدہ شیخ

مختار مسعود کے نام سے اردو کا تقریباً ہر ادب شناس واقف ہے۔ ان کی پہلی تصنیف "

آواز دوست " جب بازار میں آئی تب ہر ایک نے اس کا پُرتپاک استقبال کیا۔ اور کیوں نہ کرتے کیوں کہ مصنف کی یہ تصنیف مینارِ پاکستان کا ہی نہیں بلکہ تاریخ پاکستان کا بھی احاطہ کرتی ہے۔ اگر کسی پاکستانی کے دل میں اپنے وطن سے متعلق ذرہ بھر بھی احساس ہو گا وہ اس کتاب کی ضرور قدر کرے گا۔

" آوازِ دوست " کے مضامین میں انھوں نے فقط ہمیں ہی احساس نہیں دلایا ہے بلکہ خود بھی تڑپے ہیں۔ اسلاف کے کارناموں کو یاد دلا کر قوم کو کچھ کرنے کے لیے اکسایا ہے۔ "مینار پاکستان " میں طلب حق، استدلال اور ایمان کی حقیقتوں کا سراغ ملتا ہے۔

مصنّف کی دوسری تصنیف " سفر نصیب " ہے جو ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کے دو حصّے ہیں اور ہر حصّے میں دو مضمون دیے گئے ہیں۔ ایک سفری داستان ہے اور دوسرا شخصی خاکہ۔

فاضل مضمون نگار کی یہ تصنیف ایک قسم کا سفر نامہ ہے۔ حصّۂ اول میں " برف کدہ " اور " پس انداز " کے عنوان سے دو مضامین دیے گئے ہیں۔ جب کہ حصّۂ دوم میں " طرفہ تماشا " اور " زاد سفر " کے نام سے دو مضمون پیش کیے گئے ہیں۔ اس میں دیے گئے خاکے اردو کے بہترین خاکوں میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ مصنّف کی فکر و نظر میں وسعت و گہرائی، تخیل کی ژرف نگاہی اور ماہرانہ اظہار قوت ان کے کمالِ فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

" لوح ایام "، فاضل مضمون نگار کی تیسری تخلیق ہے جو ایران کے انقلاب کے موضوع پر پیش کی گئی ہے۔ یہ ایک اعلیٰ پائے کی تصنیف ہے۔ اس انقلاب کی درد بھری داستان مصنّف نے ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے پیش کی ہے، کیوں کہ جس وقت یہ انقلاب برپا ہوا، مضمون نگار خود وہاں موجود تھا۔

" لوح ایام " میں دنیا کے تیسرے بڑے انقلاب ایران، کا ذکر حیران کن اور منفرد انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ تصنیف انقلاب ایران کی صورت میں ہمیں ایک آپ بیتی، جگ بیتی بلکہ ایک تاریخ نظر آتی ہے۔

فاضل مضمون نگار انقلاب سے قبل بھی دو مرتبہ ایران کا سفر کر چکے تھے اور یہ سفر دونوں مرتبہ ایک سفارتی وفد کے ہمراہ وفد کے رکن کی حیثیت سے کیا تھا۔ تیسری بار انقلاب برپا ہونے سے کچھ عرصے پہلے آر سی ڈی کے نمائندے کی حیثیت سے چار سال کے لیے ایران میں تعینات کیے گئے تھے۔

" لوح ایام " میں " شاہنامہ " کے عنوان سے آٹھ ذیلی ابواب قائم کیے گئے ہیں اسی طرح نمبر دو پر " آمد نامہ " کے عنوان سے چار ذیلی باب ہیں اور نمبر تین پر " منظرنامہ " کے نام سے پانچ ذیلی باب دیے گئے ہیں۔

" لوح ایام " کی تاریخی اور ادبی حیثیت ہمارے لیے یوں بھی اہمیت رکھتی ہے کہ ایران ہمارا ہمسایہ ملک ہے اور دونوں ممالک کی مذہبی ، سماجی اور اقتصادی روایتیں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ ثقافتی اور لسانی دھارے بھی مشترک ہیں۔

اگر یوں بھی دیکھا جائے تو کمپنی کی حکومت سے پہلے فارسی ہی ہماری قومی زبان تھی اور مثنوی مولانا روم ، گلستان و بوستان ہمارے نصاب کا لازمی جزو تھے۔

یہ تصنیف فقط انقلاب کے موضوع پر ہی مبنی نہیں بلکہ ایران کے شعری ادب کا بھی ایک ناقدانہ جائزہ ہے۔ مصنّف کے اسلوب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ خشک سے خشک موضوع کو بھی انھوں نے بڑے دلچسپ پیرایے میں تحریر کیا ہے۔ کبھی طنز کے نشتر برسائے ہیں تو کبھی ہلکے پھلکے انداز میں مزاح کا سہارا لیا ہے۔

شہنشاہی دور میں " ساواک " کے ظلم و ستم کی داستان ، قاری کے لیے بڑی درد انگیز کیفیت پیدا کرتی ہے اور اس انقلاب کے بعد ان لوگوں کا جو حشر ہوا وہ بھی تاریخ کا ایک عبرت آموز سبق ہے۔

" لوح ایام " کا کینوس بہت وسیع ہے اور اس میں مصنّف کے بے پناہ مشاہدے کی داد دینا پڑتی ہے۔ وہ انقلاب ایران سے پہلے وہاں پر پہنچے اور اس انقلاب کو بچشم خود دیکھا۔ اس انقلاب نے ان کی طبیعت پر گہرا اثر چھوڑا ، اور انھوں نے ان اثرات کا جائزہ جس بہتر انداز میں پیش کیا ہے ، یہ ان ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔

انقلاب ایران پر اب تک جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں " لوح ایام " ان میں سب سے زیادہ مستند دستاویز ہے۔ یعنی ہر لحاظ سے ۔ تحریر کی برجستگی ، بے ساختگی و روانی ، واقعات کی سچائی کے ساتھ ساتھ ملّی شعور اور بصیرت افروزی اس کا وصف خاص ہے۔ بہرحال یہ تصنیف ایک منفرد ادبی شاہکار ہے۔